ڈاکٹر محمد محمود الاسلام

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ، بنگلا دیش

منٹو کے افسانوں میں کردار کی انفرادیت

Dr. Muhammad Mehmoodul Islam

Associate Professor, Department of Urdu, Dhaka University, Bangladesh.

Uniqueness of Characters in Manto's Short Stories

Manto is one of the versatile writers of Urdu short story. He stories are prominent with regard to characterization. He has a unique style of characterization. Manto's characters belong to different social classes. He has demonstrated the true pictures of society through his characters and tried to elaborate the social issues and conflicts. The article attempts to highlight the distinctions of Manto's characterization.

سعادت حسن منٹو (۱۹۱۲۔۱۹۵۵) اردو افسانہ نگاری میں بڑی اہم شخصیت کے مالک ہیں۔انہیں صاحب اسلوب افسانہ نگار جاننے کے علاوہ اردو کے اکثر افسانہ نگاروں سے بہتر اور دنیا کے بڑے بڑے افسانہ نگاروں کی صف میں شمار کیا جاتا ہے۔کردار نگاری میں منٹو کا ایک الگ مقام ہے۔ان کی شخصیت کی طرح ان کے کردار بھی انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔گویا ان کی شخصیت اور ان کے کردار ایک دوسرے کا آئینہ ہے۔کبھی کردار ان کی شخصیت سے بر آمد ہو کر افسانوی دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں اور کبھی خود منٹو کا عمل ان کے اپنے کرداروں کی طرح ہوتا ہے۔

منٹو اپنی تحریروں میں طوائفوں کی زندگی کے حالات اور عریاں تصویریں پیش کرتے ہیں۔طوائف اور ان کے کردار و اعمال منٹو کے افسانوی مجموعوں کا مرکز رہا ہے۔انھوں نے ان طوائفوں کی زندگی کے مسائل و حالات نزدیک سے خود دیکھے ہیں اس لئے ان کے بیان کرنے میں صداقت و حقیقت کی ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دوسرے افسانگاروں کے ہاں بلکل ناپید ہیں۔سعادت حسن منٹو کو بڑی حد تک تصویر اتارنے والا شخص (فوٹو گرافر) کہا جا سکتا ہے۔وہ اپنے ارد گرد کے مسائل اور طوائفوں کی زندگی کی تصویریں ہو بہو کھینچتے ہیں۔سعادت حسن منٹو کے یہاں طوائفوں کے بارے میں ان کے دو افسانے 'ہتک' اور 'کالی شلوار' ایسی تخلیقات ہیں جن میں انھوں نے بے باک ہو کر ان کی زندگیوں کا نقشہ و خاکہ کھینچا ہے اور انہیں پڑھ کر قاری منٹو کے فن افسانہ نگاری کی خوبیوں سے واقف ہوتا ہے۔ایسے افسانوں میں منٹو کی فن کاری کی معراج دکھائی دیتی ہے۔ جنسیات اور جنس نگاری کے حوالے سے جہاں تک منٹو کے موضوعات کا تعلق ہے وہ ایک بڑے فنکار معلوم ہوتے ہیں۔

سعادت حسن منٹو نے اپنے افسانوں میں زیادہ تر یہ کوشش کی کہ طوائف کی خواری اور پستی کی زندگی سے باہر نکال کر انہیں معاشرے میں اچھا مقام دلاسکیں۔خصوصاً طوائف کے طبقے میں عورتوں کو مستقبل میں ان کی کھوئی ہوئی عزت و آبرو دوبارہ انہیں مل جائے اور اس سلسلے میں ان پر جو الزامات لگائے گئے وہ بڑی حد تک سعادت حسن منٹو کے حق میں نہیں تھے۔منٹو نے اپنی افسانہ نگاری کی بدولت برصغیر پاک و ہند میں لوگوں اور ان کے افسانے پڑھنے والوں کے دل و دماغ پر بہت اچھے تاثرات قائم کئے۔ان کے ہاں افسانہ نگاری میں فنی خصوصیات کے حوالے سے ایک پر تاثیر اسلوب پایا جاتا ہے۔سعادت حسن منٹو نے ایک ایسی نثر لکھ کر اپنے افسانوں کے تاثر کو اور زیادہ گہرا کیا۔(۱)

منٹو کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ سماج کے بے رحم نقاد ہیں۔ان کی حیثیت محض ایک تماشائی کی سی نہ تھی بلکہ وہ تمام عمر زندگی کو جس روپ میں ڈھلتا ہوا دیکھتے رہے اسی طرح اپنی کہانیوں میں پیش کرتے رہے۔جنس کا جذبہ ان کے یہاں شدید ہے۔جس کے سبب ان پر فحش نگاری کا الزام بھی لگایا گیا ہے۔لیکن ان کے ہر افسانے میں جنسیت کا تصور نہیں ہے۔خود منٹو نے اپنے افسانوں کے بارے میں لکھا ہے کہ:

> زمانے کے جس دور سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں آپ اگر اس سے واقف ہیں تو میرے افسانے پڑھئے۔
> اگر آپ ان کو برداشت نہیں کر سکتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ نا قابل برداشت ہے۔میری تحریر میں کوئی
> نقص نہیں جس نقص کو میرے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔وہ دراصل موجودہ نظام کا نقص ہے۔''(۲)

دراصل اخلاق و شرافت کا جو معیار سماج کے یہاں برسوں سے قائم ہے منٹو کی نظر میں وہ بالکل کھوکھلا تھا۔وہ اس سماج کا ننگا پن اس کے کھوکھلے پن کو بے نقاب کرنا چاہتے تھے۔اور اسے بے نقاب کرنے میں وہ اتنے مگن ہو جاتے تھے کہ ان کو ہی لوگوں نے 'ننگا' کا خطاب دے دیا۔ان کے افسانوں میں 'ہتک' 'خوشیا' 'کالی شلوار' 'بو' 'دھواں' 'ٹھنڈا گوشت' 'کھول دو' وغیرہ کافی اہم افسانے ہیں اور اردو افسانے کو عالمی معیار بخشتے ہیں۔ان افسانوں میں منٹو کی حقیقت نگاری ایک خاص اور منفرد طریقے سے جلوہ افروز ہے۔منٹو نے سماج کے بدنام طبقے کی نفسیاتی باریکیوں کا بڑی گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔انہوں نے جنس پر افسانے جذبات کو محض برانگیختہ کرنے کو نہیں لکھا۔جنس زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔پھر اس سے آنکھیں چرانا کہاں تک درست ہے۔ان کے افسانے سماج میں پائی جانے والی جنسی بے راہ روی اور اس سے نکلنے والے مہلک نتائج سے ہمیں مطلع کرتے ہیں۔(۳)

منٹو کے یہاں کردار سفید و سیاہ دونوں رخ ملتے ہیں۔لیکن ان کا اصلی فن سماج کے ٹھکرائے کرداروں کے اندر چھپی ہوئی انسانی رمق اور ان کی خوبیوں کا انکشاف ہے۔یہ کام وہی فنکار کر سکتا ہے جس نے ان کرداروں کا بہت قریب سے گہرا نفسیاتی مطالعہ کیا ہو۔یہاں منٹو ایک ماہر نفسیات کی حیثیت سے منظر عام پر آتے ہیں۔ان کے نفسیاتی تجزیوں میں جنس کو خاص مقام حاصل ہے۔لیکن نفسیات کے پہلو کی پیشکش میں وہ فن کو فراموش نہیں کرتے۔ان کا نفسیاتی شعور پختہ ہے۔گہرے نفسیاتی مطالعے اور عمیق معاہدے کے بعد ہی وہ کسی نفسیاتی حقیقت کو اپنے افسانے کا موضوع بناتے ہیں۔یہ نفسیاتی مسئلہ سماج کا پیدا کیا ہوا ہے۔اس کے کردار بھی سماج کے تخلیق کردہ ہیں۔اپنے افسانوں کے ذریعے منٹو نے جنسی زندگی گھٹن، نا آسودگی اور ناکامی کو ظاہر کر کے سماج کی قلعی کھولی ہے۔بظاہر بیہودہ اور جنسی گمراہی کا سبق دینے والے یہ افسانے بباطن انسانیت کے

دو غلے پن، اس کے دورنگی اور فریب کاریوں کا آئینہ ہیں۔ شاید انہیں تلخ حقائق نے خود منٹو کی اپنی شخصیت وفطرت میں بھی ایسی شکست وریخت کی کہ بیزاری اور بے اعتمادی کے احساس نے انہیں باغی، ضدی، ہٹ دھرم اور متلون مزاج بنا دیا جس کا ظہور انہوں نے اپنے افسانوں میں کیا۔ افسانہ چونکہ سماجی زندگی سے گہرا تعلق رکھتا ہے اس لئے اس میں سماجی اخلاقیات کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ افسانہ اخلاقی اقدار کا اثبات کرتا ہے جبکہ منٹو نے مروجہ جنسی اخلاقیات سے انحراف کیا اور جنس کے متعلق حقیقت پسندانہ اور بے باکانہ رویہ اپنایا۔ (۴)

سرمایہ دارانہ سماج میں رہ کر اس سماج کے شکار اچھوتے کرداروں کو پیش کرنا منٹو ہی کا کام تھا۔ اور وہ بھی ایک طوائف کی زندگی جس کے متعلق سوچنا بھی شرفاء گناہ تصور کرتے تھے۔ لیکن وہی شرفاء جب منٹو کے افسانے پڑھتے تو بظاہر انہیں لعنت و ملامت ضرور کرتے، انہیں گالیاں بھی دیتے لیکن دل میں واہ کئے بغیر نہ رہتے۔ بقول ڈاکٹر وزیر آغا:

> منٹو نے زندگی کو غسل خانے کے روزن سے دیکھا تھا۔ چنانچہ اسے زندگی کا صرف ایک خاص پہلو نظر آیا لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اس خاص پہلو کی عکاسی میں منٹو نے دیانت، خلوص اور گہری نظر کا ثبوت دیا۔ (۵)

منٹو اس حقیقت سے واقف تھے کہ آدمی جتنا باہر جیتا ہے، اس سے کئی گنا زیادہ اندر بھی جیتا ہے۔ اسی لئے وہ طوائف کے جسم سے لطف اندوزی کا تصور کئے بغیر اس کے دل کے نہاں خانوں اور اس کے ذہن کی گہرائیوں میں اتر کر اس دردو کرب کا سراغ لگاتے ہیں جو اس کی بیوپاری مسکراہٹ کے پیچھے چھپا ہوتا ہے۔ سماج میں مناسب مقام پانے کی خواہش، مستقبل اور آنے والے بڑھاپے کا خوف اور ارمانوں وخواہشات کی تکمیل نہ ہونے کے سبب جو نفسیاتی الجھنیں اور کشمکش اس کے وجود کو کھوکھلا کر دیتی ہیں، انہیں منٹو شدت سے محسوس کرتے ہیں اور اس میں ان انسانی قدروں کی تلاش کرتے ہیں جو ایک نارمل عورت میں ہوتی ہیں۔ تب انہیں پتہ چلتا ہے کہ بعض کوٹھے والیاں شریف گھرانے کی عورتوں سے زیادہ حساس، جذباتی اور وفا شعار ہوتی ہیں۔ گویا پاکیزگی ان کے جسم پر نہیں، ان کے باطن میں ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں سوگندھی، زینت، سلطانہ، کلونت کور، جانکی، موزیل، گھاٹن، لتیکا، رانی جمیلہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

منٹو کے کرداروں کے بغیر ان کے افسانے میں جان باقی نہیں رہتی۔ ان کے کردار اسی سماج میں رہنے والے ہیں۔ ان کے کرداروں میں رنگارنگ تصویریں نظر آتی ہیں۔ کوئی بھی ادیب اپنے زمانے کا ترجمان ہوتا ہے اور اس کے ادب میں وہی کچھ نظر آتا ہے جو اس کے آس پاس کے ماحول میں پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ یہ بات منٹو پر حرف بہ حرف صادق آتی ہے۔ وہ زہر کا علاج زہر سے کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے مرض اور علاج کے حدود کا خیال رکھنا لازم ہے۔ اکثر منٹو یہ حدود پار کر جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں انہیں فحش نگار کا لقب مل جاتا ہے۔ جنس کا تصور فحش کیسے ہو گیا اور جنسی عمل کو گناہ کیسے تعبیر کیا جانے لگا یہ الگ ایک بحث ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ فحش کا تصور حالات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ بقول ابواللیث صدیقی:

> منٹو کا موضوع آس پاس کی زندگی ہے۔ اس میں حیات کی رومان پرور فضا کی وہ بارونق شہر ہیں جہاں منٹو نے زندگی کو گناہوں میں ڈھلتے دیکھا۔ اور اسی طوفان میں اس کی حیثیت اس تماشائی کی سی نہیں تھی جو ساحل سے کھڑا طوفانی لہروں کا مشاہدہ کرتا ہو وہ اس طوفان میں کود پڑا تھا۔ (۶)

منٹو کے یہاں کوئی واضح سیاسی فلسفہ نظر نہیں آتا۔ وہ سماج کے کوڑے کرکٹ سمجھے جانے والے انسان کے روشن باطن کو ہم سے روشناس کراتے ہیں۔ وہ انسانی نفسیات سے بلاشبہ مکمل طور پر واقف تھے۔ان کے یہاں زیادہ تر ایسے کردار ملتے ہیں جنہیں کئی اعتبار سے اچھوتا سمجھا جاتا ہے۔ان میں طوائف، دلال، جنس زدہ مرد اور عورتیں سادیت اور مساکیت سے مارے ہوئے عورتیں و مرد نظر آتے ہیں۔ان کی تحریر پر فحاشی کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ان کے کرداروں میں خلوص، ایثار، دردمندی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ان کے یہاں متعدد کردار ایسے ہیں جو پیشے کے لحاظ سے سماجی طور پر قابل نفرت ہوتے ہیں لیکن ان کا باطن انہیں خوبیوں سے معمور ہے جن سے عزت دار طبقہ بھی خالی ہے۔

منٹو کے یہاں طوائف کوئی بالکل ہی بری عورت نہیں ہوتی۔سوگندھی، شاردا، جانکی، زینت وغیرہ پیشہ ور طوائف تھیں۔ لیکن ان میں کسی کو بھی اپنے پیشے سے دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ کسی ایک کی ہو جانے کی خواہش ان کے دلوں میں مچلتی رہتی تھی۔ حالات نے انہیں طوائف بننے پر مجبور کر دیا تھا۔سوگندھی سے جو بھی گاہک ہمدردی جتاتا تھا سوگندھی کے دل میں اس کے لئے جگہ بن جاتی تھی۔مادھو اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتا تھا۔(۷)

منٹو کے افسانوں میں عورت ایک پیشہ ور طوائف ہونے کے باوجود ایک مکمل بیوی اور ماں ہے۔ان کے بیشتر نسوانی کرداروں میں نرمی، خلوص، خدمت گذاری اور ماتا کی فراوانی ملتی ہے۔بھلے ہی سماج نے انہیں طوائف بنا دیا ہو۔ جانکی بھی ایک طوائف ہے۔لیکن وہ پیشہ کرنے کی بجائے فلم ایکٹریس بننے کی خواہش مند ہے۔اس کے دل میں بھی عورت کی فطری ماتا ہے۔وہ اپنے جنسی ساتھیوں سے پیار کرتی ہے۔اپنے عاشق کی خدمت گذاری میں رات دن لگی رہتی ہے۔بمبئی جاتی ہے۔ لیکن اپنی خدمت گذاری اور فطری معصومیت کے سامنے مجبور ہو جاتی ہے محبت کی تلاش اسے دربدر بھٹکاتی ہے۔

جانکی کے کردار میں جنسی پہلو بھی ہے۔وہ اپنی نفسیاتی خواہشات کی بھی اسیر ہے اور اپنی فطری ماتا کی بھی پابند ہے۔لیکن اس کی مادرانہ فطرت اس کی نفسیات پر حاوی ہے۔وہ عزیز کو چھوڑ کر سعید کے پاس اس وقت جاتی ہے جب وہ بیمار تھا۔عزیز اس کا جنسی ساتھی ہو سکتا تھا لیکن سعید کو اس کی محبت اور خدمت کی ضرورت تھی۔وہ ہرجائی ہوتے ہوئے بھی اس وقت بیمار سعید کو فوقیت دیتی ہے اور ہر طرح سے اس کی خدمت میں لگ جاتی ہے۔جانکی ایسا کردار ہے جو دوسروں کو مسرت دینے میں ہی خوشی محسوس کرتا ہے۔یہ کردار کسی بھی شخصیت کو اپنے اوپر حاوی نہیں کرتا بلکہ خود اپنی ماتا اور خلوص سے مغلوب ہوتا ہے۔(۸)

'ہتک' کی سوگندھی طوائف ہی نہیں بلکہ ایک بھرپور عورت ہے۔جس کے دل میں چاہنے اور چاہے جانے کی خواہش اتنی شدید ہوتی ہے کہ وہ اپنے اردگرد خود فریبی کا جال بنتی ہے۔اور اپنے گاہکوں کی جھوٹی محبت کو سچ فرض کر کے چند لمحوں ہی کے لئے سہی اس لطیف جذبے سے سرشار ہوتی ہے۔وہ اس خود فریبی کے جال سے نکلنا ہی نہیں چاہتی اور یہی اس کی زندگی کا سب سے المیہ ہے۔اس کردار کی پیشکش میں منٹو کے تخلیقی تخیل کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔''بابو گوپی ناتھ'' کی زینت بھی ایک طوائف ہے جس کے وجود پر طوائف کا لیبل لگا ہے۔لیکن اس کے باطن میں روایتی طوائف کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی۔وہ اپنی عادت و اطوار میں بالکل ایک گھریلو عورت کی طرح ہے۔اس کی فطرت کا یہی پہلو بابو گوپی ناتھ کو اس کا گرویدہ بنا دیتا ہے۔''کالی شلوار'' کی سلطانہ ''ٹھنڈا گوشت'' کی کلونت کور بھی طوائفیں ہیں جو انسانی فطرت کے مختلف پہلوؤں کی نمائندہ بن کر منٹو کے افسانوں میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔موذیل سب سے جاندار کردار ہے۔جو ایک آوارہ اور آزاد طبع یہودن ہے۔وہ

محبت جیسے سنجیدہ موضوع پر کبھی سنجیدگی سے بات نہیں کرتی لیکن ترلوچن سے اتنی شدید محبت کرتی ہے کہ اس کی محبوبہ کی جان بچانے کی خاطر اپنی جان پر کھیل جاتی ہے اور روایتی عورت کے بجائے مثالی کردار بن جاتی ہے۔(۹)

منٹو کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کرداروں کو حقیقی روپ میں پیش کر کے انہیں انسان دوست اور ہمدردی کا مستحق بنا دیا۔ان کے کردار آئیڈیل نہیں ہوتے بلکہ اپنی تمام تر برائیوں اور خوبیوں کے ساتھ قاری کے سامنے آتے ہیں۔اس بات سے بے نیاز کہ ان سے نفرت کی جائے گی یا ہمدردی۔ایک باشعور قاری ان کے خالق سے بھلے ہی نفرت کرے،لیکن ان سے نفرت نہیں کر سکتا۔ بلکہ ان کی تمام تر ہمدردیاں اور نیک خواہشات ان کرداروں کے ساتھ ہوتی ہیں اور منٹو کا مقصد بھی یہی ہے کہ لوگ چاہے انہیں گالیاں دیں لیکن ان کے کرداروں کا احترام کریں۔ نیز ان کے فن کی قدر کریں۔دراصل منٹو کی کہانیاں اسباب کی طرف نہیں بلکہ اثرات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

حوالے:

۱۔ محمد کیومرثی، ڈاکٹر اردو فارسی افسانہ، شعبہ اردو شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیرپور، پاکستان، اپریل ۲۰۱۰، ص ۱۸۳

۲۔ کہکشاں پروین، ڈاکٹر، منٹو اور بیدی تقابلی مطالعہ، عفیف پرنٹرس، دہلی، ۲۰۰۲، ص ۹۸

۳۔ ایضا، صفحہ ۹۹

۴۔ نگہت ریحانہ، ڈاکٹر، اردو مختصر افسانہ: فنی و تکنیکی مطالعہ، کلاسیکل پرنٹرز، دہلی، ۱۹۸۶، ص ۱۷۸

۵۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو افسانے کے تین دور، علی گڑھ، ۱۹۷۶، ص ۱۴

۶۔ وقار عظیم، منٹو کے افسانے، مکتبہ اردو، لاہور، ۱۹۴۴

۷۔ کہکشاں پروین، ڈاکٹر منٹو اور بیدی تقابلی مطالعہ، ص ۱۷

۸۔ ایضاً، ص ۲۷

۹۔ نگہت ریحانہ، ڈاکٹر، اردو مختصر افسانہ: فنی و تکنیکی مطالعہ، ص ۱۸۰